دھوپ اور کربلا
خلش پیراصحابی

دھوپ اور کربلا

مختصر مرثیہ معہ گلزارِ وفا

خلشؔ پیراصحابی

ناشر۔ بزمِ انیسؔ۔ خلش منزل (پیراصحاب) بھکر۔ پنجاب

۷۸۶

اِس مختصر مرثیے میں منظر نگاری کی عمدہ مثالیں ملتی ہیں اور نادر تشبیہات و استعارات نے سونے پر سُہاگے کا کام کیا ہے۔

سے وہ پیاس کا دہکتا ہوا بن وہ تیز لُو ۔ انسانیت کی پیاس کو انساں کی جستجو
دستِ وفا میں عالمِ ہستی کی آبرو ۔ پیاسوں کے لب پہ شکر کی جاری وہ آبجو

دھوپ اور کربلا ایک عمدہ مرثیہ ہے جس میں محاسنِ شعری کے علاوہ انفرادیت ہے۔ معنویت ہے۔ رثائیت ہے۔ حُسینی مشن کی تکمیل ہے۔ ناستی کی تلقین ہے۔ ۲۹/۵/۷۸

ڈاکٹر سید قمقام حُسین جعفری پی ایچ ڈی

اگر ہم جدید مرثیہ کو صرف خیال کی حد تک جدید رکھنے کی کوشش کریں گے اور زبان جدید استعمال نہیں کریں گے تو آج کی غزل اور نظم مرثیے سے آگے چلی جائے گی۔ میں نے مرثیہ گو شاعروں کا مطالعہ کیا ہے وہ خیال کی حد تک جدید مرثیہ گو ضرور ہیں لیکن زبان کی حد تک نہیں۔ آپ (خلش پیرِ اصحابی) وہ نمایاں شاعر ہیں جنھوں نے خیال کی حد تک ہی نہیں بلکہ زبان اصطلاحات اور تراکیب کی بنیادوں پر بھی جدید احساسات کے مرثیے لکھے ہیں۔ دُھوپ کی صلیب۔ پیاس کا بن۔ ریگزار کا چُولھا وغیرہ آپ کے مرثیوں کا وصف ہے اور منفرد ہے۔ نیا پن ہے۔

تھ "پیاسوں کے لب پہ شکر کی جاری وہ آبجو" یہ آواز یقیناً نئے انداز کی آواز ہے۔

ہلال نقوی۔ کراچی

۲۔ اپریل سنہ ۱۹۷۸ء

مرثیہ

ایسی ہی سخت دھوپ کے نیزے تھے ہر طرف
ذروں کے دامنوں میں شرارے تھے ہر طرف
ایسی ہی لُو کے دشت میں ریلے تھے ہر طرف
گرمی کا یونہی زور تھا شعلے تھے ہر طرف

ایسا ہی تھا یہ دھوپ کا صحرا تپا ہوا
تھا قافلہ حسینؑ کا بن میں رُکا ہوا

آیا ہوا تھا آگ کے نیزے پہ آفتاب
سبزی گئی درختوں سے پھولوں سے رنگ و آب
کھیتی تھی خشک بند تھی ہر کھیت کی کتاب
تپتی زمیں پہ زندگی تھی موردِ عتاب

دریا وفورِ گرمیٔ غم سے نڈھال تھا
اور دھوپ کی صلیب پہ زہرا کا لال تھا

ایسی ہی شعلہ خیز تھی ہر سوچ کی ڈگر
تھا پہرہ دھوپ کا نظرو دل کی راہ پر
تپ کر ہوئی تھی سُرخ زمیں صورتِ شرر
سائے کو ڈھونڈتی تھی بیاباں میں ہر نظر

ایسا ہی دن تھا اور تلاطم فضا میں تھا
اور قافلہ حسینؑ کا دشتِ بلا میں تھا

○

صحرا نہ تھا وہ آگ کا دریا تھا سر بسر
پیکِ نگاہ کا وہاں ممکن نہ تھا گزر
مثلِ زبانِ شمع سلگتا تھا ہر شجر
شاخوں پہ پھول تھے کہ دہکتے ہوئے شرر

گرمی سے گھٹ رہا تھا جو دم مشرقین کا
صحرا میں تھا رُکا ہوا کنبہ حسینؑ کا

رہرو کو تھا پہاڑ کے مانند ہر قدم
صحرا کے جانور تھے کچھاروں میں خستہ دم
رکتی تھی سانس خون کی لہروں کی دمبدم
روحوں پہ تھا عتاب تو جانوں پہ تھا ستم
منظر سُلگ رہا تھا زمینِ خیال کا
خیمہ تپا ہوا تھا محمدؐ کی آل کا

○

پتھّر بھی جاگتا تھا سرِ راہ کوہسار
ذرّہ تھا اِک لہکتا ہوا نیزۂ شرار
قاتل وہ خوشبوؤں کی سمومِ جفا شعار
تیشے وہ خوف کے وہ بیابان خاردار
تیغیں لئے ہوئے تھے جو فرعون دُھوپ کے
روشن تھے چاند آلِ محمدؐ کے رُوپ کے

روکے ہوئی تھی نہر کو اُس دھوپ کی سناں

اٹھتا تھا ریگزار کے چولھے سے اک دھواں

احساس کے بدن سے تھی اک جوئے خوں رواں

صحرا کی تھی صلیب پہ دُنیائے این و آں

گلشن میں آگ دھوپ نے پیہم لگائی تھی

چہرے پہ کائنات کے زردی سی چھائی تھی

○

ہستی کے گھر میں آگ وہ بھڑکی فساد کی

دھندلا گیا جمال اُڑی رُخ سے تازگی

کالے نشاں تھے حاملِ طوفانِ گمرہی

اور آدمی سے چھن گیا اعزازِ آدمی

وا ہر بشر پہ شہرِ ہوس کا جو باب تھا

اس دھوپ کی لپک سے کلیجہ کباب تھا

جھیلیں، پہاڑ، شہر، بیابان، لالہ زار
دہشت کی سنسنی سے پریشان و بیقرار
گُل نے جو سبز پتّے سے گا ہے کیا تھا پیار
اس کے عوض کیا گیا دامن کو تار تار

سایہ لرز رہا تھا بشر کا جو دھُوپ میں
ظالم گھروں سے نکلے نئے رنگ رُوپ میں

○

دولت کے کالے ناگ وہ پھُنکارتے ہوئے
فاقہ زدوں کی رُوح کو للکارتے ہوئے
جذبات کے ہجوم کو ہنکارتے ہوئے
عصمت کو ڈنک زہر بھرے مارتے ہوئے

ثروتؔ کا یوں خیال تھا دل میں جڑا ہوا
دریا پہ جیسے سرو ہو کوئی کھڑا ہوا

ہر آدمی تھا وقت کی چوکھٹ پہ سرنگوں
یادِ صنم میں تازہ تھا ہر سبزۂ جنوں!
بابل کے چاہ میں بھی نہ دیکھا تھا یہ فسوں
بجتے تھے مکر و زور کے ہر شہر ارغنوں
سردار سے تھی قومِ ستمگر پھری ہوئی
تھی دین کی کتاب کی نتھی کھلی ہوئی

○

منظر کے ہاتھ میں تھی سنانِ ستم فزا
انسانیت کے جسم پہ تھی خون کی رِدا
تھا کفر و ارتداد کا طوفاں اٹھا ہوا
ہر پنّہ کھل گیا تھا خدا کی کتاب کا
طاری تھا سکتہ آئینۂ مشرقین پر
پانی تھا بند نہر پہ آلِ حسین پر

ٹھہرا ہوا تھا منشیِ وقتِ گریز پا
لکھتا تھا وجۂ دشمنیِ قومِ اشقیا
انکار وہ حسینؑ کا بیعت سے برملا
غصّے سے لال پیلا وہ چہرہ نفاق کا
مانگا تھا وقت نے شہِ ابرار کا لہُو
مطلوب تھا خدا کے طرفدار کا لہُو

○

وہ پیاس کا دہکتا ہوا بن وہ تیز لُو
انسانیت کی پیاس کو انساں کی جستجُو
دستِ وفا میں عالمِ ہستی کی آبرُو
پیاسوں کے لب پہ شکر کی جاری وُہ آبجُو
ہلچل فراتِ غم میں تلاطم فرات میں
پرچم خدا کا سبطِ پیمبر کے ہات میں

قربانیاں حسینؑ کی انمول بے بہا
اِحساس کی ڈگر پہ وہ انصارِ باوفا
ہر برگِ لب سے خشکیِ صحرا تھی رُونما
ڈوبی ہوئی تھی پیاس کے صحرا میں کربلا
پہنے ہوئے جو دھڑکنیں دھرتی کا سنگ تھا
بگڑا ہوا ثبات کے چہرے کا رنگ تھا

○

غیرت کے ولولوں کی حرارت حسینؑ نام
سوچوں کے پیکروں کی شرافت حسینؑ نام
سلطانِ انبیا کی شریعت حسینؑ نام
اِسلام کا مزاجِ صداقت حسینؑ نام
ہے ظلم کے خلاف صدا احتجاج کی
بھاری ہے کوہسار پہ سختی مزاج کی

آزادیٔ خیال کا محورِ حسینؑ نام
ایماں کا جاگتا ہوا منظر حسینؑ نام
صحرائے دردو غم کا شناور حسینؑ نام
تقدیرِ ماہ و سال کا جوہر حسینؑ نام
نیکی ہے جس کا نام وہ سرحد حسینؑ ہے
ہر عہد کے فروغ کا مقصد حسینؑ ہے

○

ہے کربلا اصول کی سچائیوں کا نام
ملتا رہے گا تا بہ ابد امن کا پیام
سنگِ شبِ سیاہ سے کرتا ہوا کلام
سخت آندھیوں میں جلتا رہے گا دیا مدام
لاکھ اٹھیں جبر و قہر کی لہریں جہان میں
جاری رہیں گی نور کی نہریں جہان میں

انساں جہاں میں عظمتِ حق کی دلیل ہے
لمحوں کی آبشار کا ذکرِ جمیل ہے!
تاریخ کی مسافتوں کا سنگِ میل ہے
سادہ سا اِک ورق ہے مگر بے عدیل ہے
پیکر میں ہے ڈھلا ہوا حرفِ وفا حسینؑ
انسانیت کی دہر میں ہے انتہا حسینؑ

موسٰےؑ ہے اپنے دور کا لشکر سے کیا ڈرے
معنی کی روح لفظ کے پیکر سے کیا ڈرے
حق کا نگاہدار ستم گر سے کیا ڈرے
پیغمبری کی شاخ ہے خنجر سے کیا ڈرے
سچائیوں کے حسن کا ساگر حسینؑ ہے
ایماں کی خوشبوؤں کا سمندر حسینؑ ہے

قربانیوں میں عظمتِ انساں کا ہے کمال
بکھرا ہے ان کے فیض سے ماحول کا جمال
ہر عہد میں ہے تازگیٔ عفتِ خیال
روشن اسی لہو سے ہے قندیلِ ماہ وسال

اوجِ سناں پہ دین کا پرچم حسینؑ ہے
قربانیوں کی رُوحِ مجسّم حسینؑ ہے

○

تجدیدِ عہدِ نو ہے محرّم حسینؑ کا
تسکینِ کائنات ہے ماتم حسینؑ کا
ہے کیا نظامِ فکر منظّم حسینؑ کا
ہر قوم اب منا رہی ہے غم حسینؑ کا

کیا معتبر ہے منزلِ فکر و نگاہ میں
دونوں جہاں ہیں اس شہِ دیں کی پناہ میں

جب آنسوؤں کی لوٹتے ہیں لوگ آبرو
کھاتا ہے پیچ و تاب اِک انساں کا لہو
ہونٹوں پہ تلملاتی ہے غیرت کی گفتگو
ہوتا ہے اِک صدا سے بپا شور چار سُو
گرتوں کو تھام لیتی ہے جرأت حسینؑ کی
ہر دور میں رہے گی ضرورت حسینؑ کی

O

لاشے پہ نوجوان پسر کے جب آئے ہیں
کیا صبر و اعتماد کے دریا بہائے ہیں
ہونٹوں پہ کلمے شکر کے یوں جگمگائے ہیں
جیسے رضا کی شاخ میں پھل پھول آئے ہیں
کروٹ فضا نے لی تو زمین تھرتھرا گئی
اکبرؑ کو گرم ریت پہ کیا نیند آ گئی

تھے دھوپ میں علم کے پھریرے کھُلے ہوئے

عباس مشک بھرنے کو دریا پہ جب چلے
بولی فضائیں تم کو مبارک یہ حوصلے
خنجر جفا کے جور کے، ملتے رہے گلے
دنیا کو راہ صبر کی دکھلا گیا جری
پانی کی مشک بھر کے بھی پیاسا رہا جری

شبیر کا ماہ رُو جو چلا راہِ شوق میں
صدیوں کے بوجھ سے ہوئیں آزاد وسعتیں
تن ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اللہ رے ہمتیں
زخموں کے لب پہ جم گئیں تھیں شکر کی تہیں
قاسم کی جنگ قوت کردار کی تھی جنگ
بادِ ستم سے پھول کی مہکار کی تھی جنگ

زینبؑ کے نونہال سویروں کی تھے ضیا
گوہر بدستِ شوق و کواکب سرِ سما
مرنا تھا ان کے آگے فراغت کا مشغلہ
تیغوں کی یورشوں میں رہے حوصلے بجا

ہے کربلا تصادمِ نیکی و شر کا نام
زندہ ہے تحتؔ نگانِ حقیقت نگر کا نام

○

مسلم کے لاڈلوں کی بھی بے مثل ہے وفا!
سینے پہ خوں کی جھیل کے بڑھتے تھے باصفا
دونوں تھے ایک مقصدِ شبیرؑ پر فدا
ہلتا تھا ان کی ضرب سے میدانِ کربلا

بڑھتے ہیں مرد جب بھی حقیقت کی چاہ میں
رو کے جو موت بھی نہیں رُکتے وہ راہ میں

حالات کی ہوا سے مکدّر ہوئی فضا
اصغر کا خون لے کے بڑھے شاہِ کربلا
سُورج کا تیر چاند کو مجروح کر گیا
سِسکار تھی یہ وقت کی، بچّہ مچل پڑا
الفاظ کی جو بجلیاں لرزیں فضاؤں میں
نالوں کا شور گونج رہا تھا ہواؤں میں

قبرِ صغیر چھوڑ کے اٹھے جو شاہِ دیں
انسانیت کی خون سے پر خون تھی جبیں
تو لے گئے جو پھول سناں پر اہلِ زمیں
شاخیں پڑی تھیں خاک پہ تفتیدہ و حزیں
صحرا میں آندھیاں تھیں تلاطم فرات میں
ثابت قدم حسینؑ تھے راہِ ثبات میں

بادل سیاہ آ کے سفیدی پہ چھائے تھے
سخت آندھیوں نے نور کے خیمے اڑائے تھے
زخموں نے تیشے دل کی زمیں میں اگائے تھے
شبیرؑ لے کے امن کا پیغام آئے تھے

سانسوں کے اضطراب میں احساس درد تھا
کثرت کا زعم شیر کی ہیبت سے گرد تھا

○

مظلومیت کی شدّ نے پہن لی حسیں قبا
خوش ہو کے راہِ حق میں بھرا گھر لٹا دیا
تا کارزارِ عصر پیا زہر وقت کا
اپنا لہو لٹا کے چمن کو لیا بچا

جب زندگی کی رہ میں قدم ڈگمگائیں گے
نصرت کو اہلِ شوق کی شبیرؑ آئیں گے

کانوں میں دیر تک یہی آتی رہی صدا
لُٹتا ہے کارواں شہ یثرب کا اے خُدا
احساس کے دیار میں اک شور تھا بپا
تنہا ہے کربلا میں محمدؐ کا مہ لقا

دہلیز وقت سے اُٹھا تخریب کا دُھواں
تھی سوزشِ نفاق سے ساری فضا دُھواں

خُوں بہ گیا حسینؑ کا خنجر اداس تھا
قاتل کے ساتھ لفظ کا پیکر اداس تھا
انسانیت خموش تھی منظر اداس تھا
خالی صدف اٹھا کے شناور اداس تھا

تھی دل کی دھڑکنوں میں قیامت چھپی ہوئی
ساری فضا میں وقت کی تلخی گھلی ہوئی

ظالم تھا بعدِ قتل بھی محرومِ مدّعا
پانی میں اس نے ریت کا اِک گھر بنا لیا
اسلام کا محاذ بنی ارضِ کربلا
ظالم نہیں، بلند ہے پرچم حسینؑ کا
ظلم و ستم کا جب کوئی طوفاں اٹھائے گا
نامِ حسینؑ نصرتِ انساں کو آئے گا

○

خیموں سے آگ ظلم و تعدّی کی جب اٹھی
تھی آگ کی لپیٹ میں گلشن کی ہر کلی
بادِ ستم نے چھین لی پھولوں کی تازگی
آہوں کے جنگلات میں گم زندگی ہوئی
طوفانِ درد تھا لبِ دریا اٹھا ہوا
فطرت کا چہرہ غم کی ہوا سے بجھا ہوا

تھی وقت کے نشیب میں مخلوق سرفراز
عصمت نے جن کے قدموں میں ہر دم پڑھی نماز
جن کو جھکا سکا نہ تشدّد کا ارتکاز !
جن کی ادا سے سینۂ ہستی میں ہے گداز
سورج نے جن کو دیکھا کبھی بے ردا نہ تھا
وہ سر کھلے تھے بن میں کوئی آسرا نہ تھا

○

پہلے ہی جن کے دل تھے تہِ سنگِ تشنگی
ظلماتِ وقتِ شامِ غم اُن کا بڑھا گئی
رہبر کے مرنے سے اُٹھی سینوں میں بے کلی
اُمّید کے چمن میں لگی آگ یاس کی
نیرنگ دیکھئے فلکِ غم طراز کے !
غلطاں تھے مثلِ موج مسافر حجاز کے

قائد شہید ہو گیا منزل ہے دُور تر
کچھ سر بلند آئے ہیں نیزے کی نوک پر
ماحول میں ابھی ہے کڑی دھوپ کا اثر
اندھے کنوئیں میں جیسے ہے مضطر دلِ بشر
زینبؑ کی چادروں کے جو پرچم بنائے تھے
شامی شکوہِ شام دکھانے کو آئے تھے

○

دنیا کے اقتدار کو سمجھے تھے جو اِرم
وہ لوگ بھی ہیں پیاس کے صحرا میں خستہ دم
مجبوریوں کے بوجھ سے اٹھتے نہیں قدم
اب خواہشوں کی قبر ہے اور ان کی چشمِ نم
لازم ہے پہلے شام سے عزمِ سفر کرے
انسان رات گھر ہی میں جا کر بسر کرے

دنیا ہے قافلوں کی کفِ پا کی گرد دُھول
وہ گرد جو ہوا کے تھپیڑوں سے ہے ملُول
اِس کے سیاہ طور سے رنجیدہ ہے بتولؑ
شاداب ہی رہے گی؟ یہ انسان کی ہے بھُول
دھوئی ہوئی یہ شال ہے موجِ عذاب میں
راحت کو ڈھونڈتے ہو عبث اضطراب میں

○

فکرِ حسینؑ، چاندنی بن کر ہوئی عیاں
گم ہو گئے فضا میں اندھیروں کے سائباں
باطل کی آندھی ختم ہوئی چھٹ گیا دھواں
اُونچا خلش، جہاں میں ہوا قوم کا نشاں
ہر پھُول ہے کتابِ دبستانِ حُریت
شبیرؑ کا لہُو ہے گلستانِ حُریت

سلام

محبت ہے مجھے اللہ کے محبوب کے گھر سے
مہکتی ہے ہر اک بیت مرصّع مصرعۂ تر سے

مرے حصے کی آتی ہے کنارِ حوضِ کوثر سے
میں وہ سائل نہیں جو مانگتا پھرتا ہو در در سے

بھٹکتے ہی رہیں گے وہ جہالت کے اندھیرے میں
نہیں کچھ فیض حاصل جن کو شہرِ علم کے در سے

اسی ذہن کے اندھے کنوئیں روشن ہوئے اکثر
ضیائے فکر ملتی ہے غمِ سبطِ پیمبرؐ سے

سُناتے ہی رہے دنیا کو ہم پیغامِ شبیریؑ
تشدد کے یہ بادل بہت گرجے بہت برسے

ہوئے آزاد زندانِ بلا سے چاند لمحوں کے
شرف انساں نے پایا خلشؔ شبیرؑ کے در سے

دلوں کی سرزمیں میں آج تک بے تاب پھرتا ہے
اٹھا تھا درد کا طوفاں جو خونِ حلقِ اصغرؑ سے

اُمیدوں پر پھرے گا اس طرح پانی خبر کیا تھی
جوانی میں جوانی چھین لے گی موت، اکبرؑ سے

فضائیں گونجتی ہیں آج تک آواز آتی ہے
زمانہ جاگتا ہے نعرۂ تکبیرِ اکبرؑ سے

گلے کٹوا دیے اہلِ وفا نے کس تہور سے
جہانِ ظلم میں پانی جب اُونچا ہو گیا سر سے

خلشؔ آنکھوں پہ رکھتے ہیں فرشتے میری نظموں کو
ملا ہے مرتبہ وہ مدحتِ آلِ پیمبرؐ سے

(ضمیمہ)

گُلزارِ وفا

"گُلزارِ وفا" کی اشاعت کے بعد جن شعراء کے حالات دستیاب ہُوئے، یہاں لکھے گئے۔ خلش پیرا صحابی ۱۹۷۹ء

اثر ۔ اثر ترابی مشہور نوحہ خواں فیروز کربلائی کے صاحبزادے لاہور میں رہتے ہیں۔ ۴۰ برس کے لگ بھگ عمر ہے۔ مجموعہ مراثی "تائیدِ جبریل" لاہور سے چھپ چکا ہے۔

اطہر ۔ سید اطہر علی اطہر جعفری خلف سید مقصود الحسن صبر ۱۹۰۷ء میں ریاست جون پور میں پیدا ہُوئے۔ ۱۹۶۰ء میں پہلا مرثیہ کہا۔ ۱۹ اگست ۱۹۶۵ء کو کراچی میں انتقال کیا۔

اُمید ۔ اُمید فاضلی ڈبیائی ضلع بلند شہر کے باشندے تھے۔ کراچی میں رہتے ہیں۔ ۱۹۷۳ء میں مرثیہ کہنا شروع کیا۔ ایک ادبی رسالے "الفاظ" سے وابستہ ہیں۔

بدر ۔ بدر الہ آبادی ۱۹۰۹ء میں پیدا ہوئے۔ نسیم امروہوی کے شاگرد تھے۔ مرثیوں کی ایک جلد "بدرِ کامل" چھپ چکی ہے۔ ۱۹۷۶ء میں کراچی میں انتقال ہوا۔

بُنیاد ۔ بنیاد تیموری ۱۳۰۱ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۷۱ء کو کراچی میں انتقال ہوا۔

پروین ۔ شہزادی فرطیس بانو اختر جہاں آرا نام بجلاہ خطاب، دختر بزم اکبر آبادی ۱۹۰۱ء طہران میں پیدا ہوئیں۔ جاورہ میں رہتی ہیں۔ علاوہ غزلوں کے چھ مرثیے بھی کہے۔

تاجدار ۔ سید مصطفیٰ حسین تاجدار دہلوی مالک القائم آرٹ پریس سرگودھا۔

تشنہ ۔ محمد عبدالمجید خان تشنہ چغتائی خلف محمد زاہد خان، لیبر افسر بھکر ٹیکسٹائل مل سنہ ۱۹۱۹ء میں پیدا ہوئے۔ سنہ ۱۹۶۰ء میں شاعری شروع کی۔

ثمر ۔ بادشاہ مرزا ثمر سنہ ۱۸۹۳ء لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ سنہ ۱۹۷ ء کراچی میں انتقال ہوا۔

جمیل ۔ علامہ جمیل مظہری یکم جنوری سنہ ۱۹۰۵ء پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں جدید طرز کا پہلا مرثیہ کہا۔ اب تک کئی مرثیے کہہ چکے ہیں۔

حُر ۔ سید محمد امیر امام حُر خلف سید رضا امام ابن سید علی امام ابن سید امداد امام اثر مصنف کاشف الحقائق ۔ آبائی وطن پٹنہ ہے۔ خود جنوری سنہ ۱۹۲۸ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم لکھنؤ میں پائی۔ نانا محمد علی محمد المتخلص محب و ساحر والئ ریاست محمود آباد اور ماموں راجہ محمد امیر احمد خان محبوب بھی مرثیہ گو تھے۔ کراچی میں رہتے ہیں۔

حسن ۔ ضیا الحسن موسوی جناب ناصر الملت کے نواسے اور سید نجم الحسن کے صاحبزادے ہیں۔ سنہ ۱۹۲۴ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ سنہ ۱۹۴۶ء میں پہلا مرثیہ غطبۂ شقشقیہ کہا تھا۔ دسمبر سنہ ۱۹۷۸ء میں انتقال کیا۔

حیدر ۔ ظہیر الدین حیدر دہلوی۔ ان کے اجداد میں نواب ارسطو جاہ اور سید رجب علی خان تھے۔ ان کے دو مرثیے آبروئے وفا اور اعزازِ نفس چھپ گئے ہیں۔

خاکی ۔ ڈاکٹر مسعود رضا قزلباش سنہ ۱۹۲۶ء میں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ سیماب اکبر آبادی کے شاگرد ہیں۔ آج کل لاہور میں رہتے ہیں۔ ان کے ایک مرثیے کا مطلع یہ ہے۔

ساعتِ اوّلِ تخلیق سے موجود ہے عصر [1]

خلش ۔ خلش پیر اصحابی ابن محمد بخش خان قوم بلوچ۔ قصبہ پیر اصحاب،

---

[1] دیکھو گلزارِ وفا صـ ۱۵ از مولف ہذا

تحصیل بھکر (پنجاب) میں ۲۷ نومبر ۱۹۲۱ء میں پیدائش ہوئی۔ ۱۹۴۶ء میں بذریعہ خط و کتابت شاعرِ اہلبیت نجم آفندی سے اصلاح لی۔ ۱۹۴۸ء میں غزل کی اصلاح حضرت اسعد شاہجہان پوری مقیم کراچی سے لی لیکن اصلاح کے دونوں سلسلے جلد منقطع ہو گئے غزلیات۔ رباعیات۔ قطعات۔ منقبت۔ نعت۔ نوحوں کے علاوہ کئی افسانے اور بارہ مرثیے لکھے ہیں جن میں سے چند غیر مطبوعہ مرثیوں کے مطلع جات یہ ہیں۔

عؔ طوفان آندھی برق شرر ہے ملوکیت

عؔ غم شمعِ شبستانِ محبت کی ضیا ہے

عؔ بزمِ فطرت نے کئے ایسے بھی انساں پیدا

عؔ ہر آنکھ کو ہے جلوۂ راحت کی آرزو

عؔ پھر دستِ فکر نے نئے نیزے اٹھائے ہیں

رعنا ۔ رعنا اکبر آبادی ۱۸۹۶ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے۔ آغازِ جوانی میں شعر کہنا شروع کیا۔ جناب نجم آفندی مرحوم سے تلمذ ہے۔ ۱۹۷۸ء میں انتقال ہوا۔

زیبا ۔ زیبا ردولوی ۱۹۰۷ء میں ردولی ضلع بارہ بنکی میں پیدا ہوئے۔ علمِ عروض کے ماہر سمجھے جاتے ہیں ۱۹۶۸ء میں کراچی میں انتقال ہوا۔ نجم آفندی کے شاگرد تھے۔

ساحر ۔ سید قائم مہدی ساحر تخلص نواب صفدر حسین فاخر لکھنوی کے پوتے سید اختر حسین مصور کے صاحبزادے ہیں ۱۹۳۳ء کراچی میں پیدا ہوئے۔ لکھنؤ میں پرورش پائی۔ ۱۹۶۸ء میں مرثیہ کہا اور نسیم امروہوی سے اصلاح لی۔ اب کراچی میں رہتے ہیں۔

سخن ۔ سید محمد حیدر سخن فتح پوری بھی مرثیہ کہتے ہیں۔ کراچی میں سکونت ہے

نامہ تصنیفات مطبوعہ۔ تہذیب ماتم۔ شہرِ غم۔ ابرِ غم۔ چراغ فکر۔ حسینؑ اور اسلام۔ عرفانِ غم (مرثیے) اسلام

سردارؔ نقوی جناب شمیم امروہوی مرثیہ گو کی نواسی کے بیٹے ہیں۔ کراچی کے ایک مقامی کالج میں لیکچرار ہیں۔ دس بارہ مرثیے کہہ لئے ہیں۔

سردارؔ۔ مشہور نقاد و شاعر علی سردار جعفری ہندوستان کی فلمی صنعت سے وابستہ ہیں۔

شاداںؔ دہلوی ساکن کراچی بھی مرثیے لکھ رہے ہیں۔

شاہدؔ۔ سید شاہد حسین نقوی ۳۱ دسمبر سنہ ۱۹۴۷ء میں شکار پور ضلع بُلند شہر میں پیدا ہوئے۔ آج کل کراچی میں رہتے ہیں۔ ۸ مرثیے شائع ہو چکے ہیں۔

شدیدؔ۔ سید سجاد حسین شدیدؔ۔ میر انیسؔ کے شاگرد سید رحسین خُلد لکھنوی کے پوتے ہیں۔ پیارے صاحب رشیدؔ سے تلمذ ہے۔ اب بہت بوڑھے ہو چکے ہیں۔ ریاضِ شدیدؔ کے نام سے مجموعۂ مراثی چھپ چکا ہے۔

شہابؔ۔ سید مسعود حسن شہابؔ دہلوی بہاول پور میں رہتے ہیں مرثیہ گوئی سے بھی اُنس ہے۔ بہاول پور میں سب سے پہلے مرثیہ انھوں نے کہا ہے۔

شہیدؔ لکھنوی۔ شدید لکھنوی کے شاگرد تھے۔ سنہ ۱۹۷۷ء میں انتقال ہوا۔

شہیدؔ۔ شہید صفی پوری، شیعہ کالج لکھنؤ میں پروفیسر ہیں۔

صابرؔ۔ صابر تھارپانی مولود سنہ ۱۹۰۷ء شاگرد نسیم امروہوی کا سنہ ۱۹۷۲ء میں انتقال ہوا۔

ظریفؔ۔ ریاست الور کے باشندے تھے۔ جبل پور میں ملازم ہوئے چنانچہ جبل پوری مشہور ہوئے۔ دو مرثیے کہے ہیں۔ سنہ ۱۹۶۴ء میں کراچی میں انتقال ہوا۔

عزمؔ۔ عزم جون پوری سنہ ۱۹۰۷ء میں جون پور میں پیدا ہوئے۔ سنہ ۱۹۵۹ء میں پہلا مرثیہ کہا تھا کہا تھا۔ آلِ رضا کے شاگرد تھے۔ سنہ ۱۹۷۶ء کراچی میں انتقال ہوا۔

عظیمؔ۔ عظیم امروہوی مولود ۹ اپریل سنہ ۱۹۳۶ء امروہہ وطن ہے۔ اب تک چار مرثیے کہہ چکے ہیں۔ سنہ ۱۹۷۴ء میں پہلا مرثیہ کہا تھا۔

فانی - سید قائم علی فانی جارچوی (جارچہ وطن) مقیم لاہور۔

فائز - سید محمد حسن فائز خلف سید خورشید حسن عرف دولھا صاحب عروج۔ بقول سید صفدر حسین ۱۹۴۲ء تک بارہ مرثیے کہے تھے۔ سنہ ۱۳۶۵ھ میں انتقال کیا۔

فیض - فیض بھرت پوری کا نام سید فرزند حسن ہے والد کا نام سید اکرام حسین کلیم۔ ۱۱ نومبر سنہ ۱۹۱۱ میں بھرت پور میں پیدا ہوئے۔ فیض کے دادا المتخلص بصیر بھی مرثیہ گو شاعر تھے۔ کلیم کے ہاں بھی اس صنف کے نمونے ملتے ہیں۔ فیض کو غضنفر حسین عروج سے تلمذ حاصل ہے۔ اب تک پندرہ مرثیے کہہ چکے ہیں۔ آج کل کراچی میں رہتے ہیں۔ انکے فرزند باقر حسن بھی مشہور ادیب ہیں۔

فیضی - فیضی راولپنڈی میں رہتے ہیں۔ غزل کے علاوہ مرثیے بھی کہتے ہیں۔

قسیم - امروہوی خلف سید قائم رضا نسیم امروہوی۔ ایک مرثیہ اتحادِ ملت چھپ چکا ہے۔

قمر - محمد حسین قمر جلالوی مولود سنہ ۱۸۸۷ء قصبہ جلالی وطن تھا۔ ۳ ماہ کی مسلسل علالت کے بعد ۲۴ر اکتوبر سنہ ۱۹۶۸ء کو کراچی میں انتقال ہوا۔ مرثیے چھپ چکے ہیں۔

قیصر - قیصر عباس بارہوی والد کا نام سید وزارت حسین جو کرنال میں ملازم تھے سادات بارہہ سے تعلق ہے۔ اب لاہور میں رہتے ہیں۔ شبابِ فطرت مجموعہ چھپا ہے۔

کامل - سید نجم الدین علی میاں کامل لکھنوی مولود سنہ ۱۲۵۱ھ وفات ذیقعد سنہ ۱۳۲۲ھ ۱۹۰۵ء

کرار - جون پوری سنہ ۱۹۱۱ء میں ریاست جون پور میں پیدا ہوئے۔ کئی مرثیے کہے ہیں۔

محبوب - راجہ صاحب محمود آباد محمد امیر احمد خان محبوب و محب ابن محمد علی محمد خان صاحب محب تخلص ۲۴ر نومبر سنہ ۱۹۲۴ء میں پیدا ہوئے۔ لکھنؤ میں تربیت پائی۔ سنہ ۱۹۵۷ء میں عراق سے پاکستان آئے۔ ۱۶ر اکتوبر سنہ ۱۹۷۳ء میں انتقال ہوا۔ مشہد (ایران) میں قبر کی جگہ پائی۔

مخلوق - میر حسن دہلوی مرحوم کے چوتھے فرزند میر احسان حسن مخلوق تخلص، بڑے بھائی کو اشعار دکھاتے تھے۔ مرثیہ و سلام کہتے رہے۔ (تذکرہ ریاض الفصحا) ص ۳۰۷ مصحفی

مشیر - شیخ گوہر علی مشیر شاگرد مرزا دبیر کے۔ اصل وطن میرٹھ تھا۔ کافی عرصہ لکھنؤ

میں رہے۔ ان کے بھائی سجاد حسین عشیر بھی مرثیہ گو شاعر تھے۔

منظر ۔ منظر عباس منظر عظیمی۔ مرزا دبیر کے شاگرد عظیم کے پوتے ہیں۔ ۱۹۰۵ء میں پیدا ہوئے۔ کراچی میں رہتے ہیں۔ ان کے مرثیے ابھی غیر مطبوعہ ہیں۔

مودّب ۔ عسکری مرزا مودب لکھنوی میر عشق کے پوتے اور پیارے صاحب رشید کے بھتیجے تھے۔ ۳۲ برس تک رشید سے اصلاح لی۔ (گلزار رشید۔ طبع لکھنؤ)

مہذب ۔ مودب لکھنوی کے صاحب زادے ہیں اور شاگرد بھی۔ لکھنؤ میں رہتے ہیں۔ مرثیوں کی تین جلدیں چھپ چکی ہیں۔ اب بہت بوڑھے ہو چکے ہیں۔

ناظر ۔ سید ناظر حسین ناظر ابن سید کاظم علی ابن سید محمد علی ۱۲۷۱ھ میں سیتاپور میں پیدا ہوئے۔ صاحب دیوان ہیں۔ چالیس مرثیے بھی کہے تھے۔ ۱۳۲۰ھ میں انتقال ہوا۔

ناظم ۔ سید ناظر حسین ناظم ۔ مرثیوں کی جلد بزم ناظم کے نام سے لاہور سے چھپی ہے۔

نانک ۔ نانک چند نانک ۔ پیارے صاحب کے شاگرد۔ انکے دو مرثیے لکھنؤ سے شائع ہو چکے ہیں۔

نجم سیتاپوری ۔ مولوی افضال حسین نجم خلف مولوی امتیاز علی ۱۲۶۰ھ ۱۸۴۴ء میں سیتاپور میں پیدا ہوئے۔ علاوہ دیگر کلام کے ایک مرثیہ بھی دستیاب ہے۔ وفات ۱۹۱۷ء

ندیم ۔ ندیم بدایونی ۔ بدایوں وطن تھا اب لاہور میں رہتے ہیں۔ دولھا صاحب عروج کا شاگرد بتاتے ہیں۔ ساٹھ سال سے اوپر عمر ہے۔ مرثیہ پڑھنے میں بھی مشہور ہیں۔

نشتر ۔ اعزاز حسین نشتر ۔ بہاول پور میں رہتے ہیں۔ کئی مرثیے کہہ چکے ہیں۔

نصرت ۔ قاری یعقوب علی خاں نصرت ۔ ان کی تصنیف میں پچاس بند کا بے نقط مرثیہ ملتا ہے۔ جس کا مطلع یہ ہے۔

مدّاح ہوا کلک امام دوسرا کا
(پیمبران سخن۔ ڈاکٹر صفدر حسین)

میر انیس اور مرزا دبیر نے بھی اس صنعت میں مرثیے کہے ہیں۔ راقم الحروف خلش پیر اصحابی کی ایک رباعی ملاحظہ کیجئے۔

دلدادۂ اللہ کا دلدار ملا | واللہ امام عدل سرکار ملا
عالم وہ کہ علمِ لوح اس کو معلوم | کرّار ملا حامل اسرار ملا

نظر - ایک نظر سیہوری نجم آفندی کے شاگرد ہیں۔ ایک یہ نظر جعفری ہیں جو ۱۹۳۵ء میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ غزل اور نعت کے علاوہ مرثیہ بھی کہتے ہیں۔

نظر - محمد شمشاد نظر ۱۹۵۰ء میں بھکر میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام محمد شریف اچھوت ہے۔ غزل، نعت اور سلام کہتے ہیں۔

لاکھوں سفاک تھے بے درد زمانے والے | ڈٹ گئے پھر بھی محمدؐ کے گھرانے والے

نفیس فتح پوری - سید انصار حسین نفیس خلف سید استاد حسین مرحوم قصبہ ایرایاں سادات ضلع فتح پور ہسوہ میں پیدا ہوئے۔ سن ولادت ۱۹۱۰ء ہے۔ ۱۹۲۹ء کے بعد ریلوے میں ملازم ہو گئے تھے اور ۱۹۴۷ء میں پاکستان آ گئے۔ ۱۹۷۰ء میں ریٹائر ہو گئے۔ مرثیوں کا مجموعہ "افکارِ نفیس" شائع ہو چکا ہے۔ کراچی میں رہتے ہیں۔

وزیر - سید وزیر حسین وزیر شاگرد مرزا دبیر کے۔ مصنف "ذوالفقار ماتم" جو بہت مقبول ہے۔ ۱۹ فروری ۱۸۸۷ء میں انتقال کیا۔ ان کے فرزند سید فضل رسول فضل بھی مرثیہ گو شاعر تھے۔ پھر سر ریاست بھرت پور کے باشندے تھے۔

وزیر - سید وزیر حسین شیرازی ولد سید سردار علی شیرازی سرگودھا میں رہتے ہیں ایک مرثیہ "سلطانِ وفا" چھپ چکا ہے۔ ۹۰ برس کے لگ بھگ عمر ہے۔

وصی فیض آبادی - مرزا اوصی حیدر وصی خلف مرزا باسط علی حزیں ۱۹۱۷ء میں پیدا ہوئے۔ کراچی میں رہتے ہیں۔ آل رضا مرحوم کے شاگرد ہیں۔

ہاتف - سید احمد حسین ہاتف سیتاپوری خلف سید افضال حسین رضوی ۱۸۸۳ء میں ولادت ہوئی۔ بی اے کرنے کے بعد الہ آباد سے وکالت پاس کی۔ راجہ محمد علی محمد خان نے ریاست محمود آباد میں معتمد ریاست کے عہدے پر فائز کیا۔ غزلوں کا دیوان غیر مطبوعہ ہے۔

۱۹۲۷ء میں انتقال ہوا۔ مرثیے بھی کہے۔ ایک مرثیہ کا مطلع یہ ہے۔

جب صبحِ قتلِ سرورِ ذی شاں عیاں ہوئی

ان کی ایک صاحب زادی سید قمقام حسین جعفری سے منسوب ہیں۔

ہلال ۔ ہلال نقوی خلف سید مزمل حسین نقوی ۱۸ مارچ ۱۹۴۶ء میں راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ ان کے نانا ناصر حسین یتیم بھی شاعر تھے۔ "جدید مرثیہ کے تین معمار" میں جوش ملیح آبادی کا خط چھپا ہے۔ انھوں نے ہلال کو اپنا اولیں شاگرد لکھا ہے۔ اب نسیم امروہوی کے شاگردوں میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ جدید اردو مرثیے پر جامعہ کراچی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کر رہے ہیں۔ مقامی کالج میں لیکچرار ہیں۔ کئی مرثیے کہے ہیں۔

تصانیف۔ چشم نم۔ مقتل و مشعل۔ جدید مرثیہ کے تین معمار۔ گلدستۂ اطہر پر ایک نظر۔

یاور اعظمی ۔ یکم مئی ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے۔ اصل وطن اعظم گڑھ تھا۔ اب کراچی میں رہتے ہیں۔ مرثیوں کا مجموعہ "مراثیِ یاور" شائع ہو چکا ہے۔

ملنے کا پتہ

امامیہ کتب خانہ ○ اندرون موچی دروازہ ○ لاہور

کتبۂ شمشاد نقوی۔ بھکر

خلشؔ پیراصحابی

کی غزلیات و قطعات کا مجموعہ

موج و حباب

عنقریب شائع ہو رہا ہے

سیّد الیکٹرک پریس۔ مُلتان